(11)

اتّفاق واتحاد کے قیام کے لیے نصیحت

(فرمودہ ۲۲؍ مارچ ۱۹۱۸ء)

حضور نے تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائی:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۰۴)

دُنیا میں نہایت اہم اور ضروری باتوں میں سے اتحاد و اتفاق و اجتماع کا خیال ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ جس طرح فساد و افتراق کے نقصانات ظاہر ہیں اور کسی چیز کے شاید نہیں! اور باوجود اس کے کہ اتفاق و اتحاد کے فوائد بیّن اور ظاہر ہیں شاید ہی کسی اور چیز کے ہوں گے۔ مگر پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان کھُلی کھُلی باتوں اور بیّن علامات کے ہوتے ہوتے اتفاق کو حاصل کرنے اور فساد کو ترک کرنے کی لوگ کوشش نہیں کرتے۔

دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں نے اتفاق کے ذریعہ ہی ترقی حاصل کی ہے اور وہ جماعتیں جو گو مالدار ہوں۔ اور کثرت افراد کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ ہوں۔ وہ تفرقہ اور نفاق کی وجہ سے ان چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ جن میں جتھا اور اجتماع اور اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن جماعتوں نے ایک جان ہو کر۔ پورے اتفاق و اتحاد سے اپنے سے بڑی بڑی طاقتوں اور جماعتوں کا مقابلہ کیا ہے وہ ضرور کامیاب ہوئی ہیں۔ اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکا۔

اس سے اتفاق کے فوائد اور فساد کے نقصانات ظاہر ہیں۔ لیکن لوگ باوجود اس کے اتفاق کے حاصل کرنے کی بہت کم کوشش کرتے ہیں اور بہت چھوٹے چھوٹے شخصی فوائد کے مقابلہ میں قومی فوائد

کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ جو بہت ہی حیرت کی بات ہے وہ بات جو پوشیدہ ہو اور اس کے نتائج ظاہر نہ ہوں۔ اگر اس میں اختلاف کیا جاتے یا اس کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جاتے۔ تو انسان کو مجبور کہا جا سکتا ہے، لیکن جو اس قدر ظاہر ہو اور مشاہدہ میں آتی ہو۔ اس میں ایسی سستی اور اس سے اتنی لاپرواہی بہت ہی تعجب انگیز ہے۔

شلاً اللہ تعالیٰ کا انکار ایک مذہبی معاملہ ہے اور اس کا اقرار دلائل چاہتا ہے کہ اگر اللہ ہے تو اس کے ہونے کے کیا دلائل ہیں۔ مگر بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو قلوب سے متعلق اور قوانین نیچر کی مبرہن ہوتی ہیں اور انہیں میں سے ایک اتفاق ہے۔ اس کے متعلق خواہ دہریوں سے پوچھو یا ہندوؤں سے۔ خواہ برہموؤں سے پوچھو یا پارسیوں سے۔ سکھوں سے پوچھو یا بدھوں سے۔ غرض دُنیا کی کسی قوم سے پوچھو یہی جواب ملے گا کہ اتفاق و اتحاد ہی مفید اور فائدہ بخش چیز ہے۔ پس تمام لوگ اسکی ضرورت کو تسلیم کریں گے۔

ہاں بعض افراد ہوں گے جو بحیثیت جماعت نہیں بلکہ انفرادی طور پر اتفاق و اتحاد پر فساد و فتنہ کو ترجیح دیں گے، لیکن یہ وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو اپنے ذاتی فوائد کو جماعت کے فوائد پر مقدم سمجھتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر باقی تمام دُنیا کا عمومیت کے ساتھ اتفاق و اتحاد کی ضرورت اور فضیلت پر متفق ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس کے فوائد بھی ظاہر ہیں۔ اور فساد و فتنہ کے نقصانات بھی ظاہر ہیں اور اگرچہ جس قدر خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت اور براہین صاف اور واضح ہیں ان کے مقابلہ میں ان کو کچھ نسبت نہیں۔ تاہم دُنیا کی نظروں میں خدا کی ہستی کے بھی ایسے دلائل نہیں۔ جیسے اتفاق و اتحاد کے فوائد اور نا اتفاقی و شقاق کے نقصانات ظاہر ہیں۔ کیونکہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کو تمام دُنیا کے لوگ مانتے ہیں۔ حالانکہ بہت لوگ ایسے ہیں جو خدا کی ہستی کے منکر ہیں۔ تو ان کو انسان اس طرح مانتے ہیں جس طرح دیگر قوانین نیچر مثلاً بھوک اور پیاس کو۔

کوئی مذہب یہ نہیں کہے گا کہ جب بھوک لگے تو کپڑا پہن لینے سے پیٹ بھر جاتا ہے۔ یا پیاس لگے تو دوڑنے سے دُور ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے لیے آسمانی قانون کی ضرورت ہو۔ قانونِ نیچر اس کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح اتفاق بھی ہے اور ہم تجربہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ یہ بھی کسی قانونِ شریعت کے ماتحت نہیں۔ بلکہ قانونِ قدرت کے ماتحت ہے۔

اور اس دُنیا میں قانونِ قدرت کی خلاف ورزی کی سزائیں معین ہوتی ہیں، لیکن قانونِ شریعت کی نہیں۔ اگر کوئی قانونِ شریعت کے کسی جُرم کا ارتکاب کریگا۔ تو مثلاً اس کی اولاد مر جاتے گی یا جائیداد

ضائع ہو جائے گی۔ یا کوئی اور ذلت اسے پہنچ جائے گی۔ یا اس کے دل کا امن جاتا رہے گا۔ اسی قسم کی بہت سی سزائیں ہیں جو قانونِ شریعت کے خلاف کرنے والوں کو ملتی ہیں۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی سزا نہیں ضرور ملے گی۔ مگر یہ نہیں ہوگا کہ ان کے لیے کوئی خاص سزا اسی طرح معیّن ہو جس طرح قوانینِ نیچر کے خلاف کرنے والوں کے لیے سزائیں مقرر ہیں۔ مثلاً یہ نہیں ہوگا کہ کوئی شخص آگ میں ہاتھ ڈالے تو اس کی ماں مر جائے۔ بلکہ آگ میں ہاتھ ڈالنے والے کا لازماً ہاتھ ہی جلے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے والے کے لیے قانونِ قدرت نے یہی سزا مقرر کی ہے۔ پھر شریعت کے قانون کے ماتحت جو سزائیں ہوتی ہیں وہ کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ اور ہر درجہ کی سزا الگ ہوتی ہے۔ ایک بخیل کی سزا اس کا بچہ مرنا نہیں۔ کیونکہ اس کو اولاد کی محبت ہی نہیں۔ اس کا تو اگر مال ضائع ہو تب اس کو دُکھ ہوگا۔ اس لیے اس کے لیے سزا مال کا ضائع ہونا ہے۔ کیونکہ قانونِ شریعت میں سزا کی غرض اس شخص کو دُکھ پہنچانا ہوتا ہے۔ مگر قانونِ نیچر کے ماتحت دُکھ پہنچانا غرض نہیں ہوتا بلکہ ایک نتیجہ نکالنا مدِّنظر ہوتا ہے۔ خواہ اس میں اس کو تکلیف ہو یا نہ ہو۔ اگر ایک ایسا مومن جو مال کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ بلکہ خواہش رکھتا ہے کہ میرے ہاں اولاد ہو۔ جو دین کی خدمت کرے۔ تو قانونِ شریعت کے ماتحت اس کو مال دینا اور اولاد سے محروم رکھنا درست نہ ہوگا۔ بلکہ اس کو اولاد ہی دی جائے گی۔ کیونکہ اس کو خوش کرنا مدِّنظر ہوگا، لیکن قانونِ قدرت میں ایسا نہیں ہوگا۔ اس میں کسی فعل کا جو نتیجہ مقرر ہوگا۔ وہی نکلے گا۔

تو اتفاق قوانینِ قدرت میں سے ہے۔ کیونکہ اگر اتفاق مٹ جائے تو رُعب جاتا رہتا ہے حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ عزت برباد ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس کے ساتھ شریعت کا تعلق بھی ہوگا۔ تو اس کے مٹنے سے نتائج اور بھی خطرناک نکلیں گے۔

پس اتفاق و اتحاد کے اثرات ظاہر ہیں اور تمام دُنیا ان کو جانتی ہے، لیکن پھر بھی بہت لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ چنانچہ دُنیا میں ایسی قومیں کثرت سے ہیں جن میں اتفاق نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس قانون کی ضرورت کو مانتے تو ہیں مگر شخصی فوائد جب درمیان آجاتے ہیں تو اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے۔

لیکن مَیں نے بتایا ہے اور میرے بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اتفاق و اتحاد کا پیدا ہونا نہایت مشکل امر ہے۔ اور یہ محض خدا کا فضل ہوتا ہے اور جب کسی جماعت میں یہ پیدا ہو جائے۔ تو اس کی حفاظت کی بہت سخت ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ اتفاق بغیر خدا کے فضل کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کو ایک نعمت قرار دیا ہے

اور افتراق و شقاق کا نام آگ کے کنارے کھڑا ہونا رکھا ہے۔ جس طرح آگ میں پڑا ہوا انسان ہلاکت سے نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح نااتفاقی کے جو نتائج ہیں ان سے بھی نہیں بچ سکتا۔ پس نااتفاقی کا عذاب ایسا ہی عذاب ہے۔ جیسا کہ آگ میں پڑ جانے کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دیکھو ہم نے اتفاق و اتحاد اپنے فضل سے پیدا کیا ہے۔ تم خواہ کتنا ہی مال خرچ کرتے تب بھی اتفاق نہیں پیدا کر سکتے تھے۔ لاکھوں دلوں کا جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ انسانی کوششوں کا بھی اس میں دخل ہوتا ہے۔ لیکن اتفاق پیدا کرنا انسان کے بس کا نہیں ہوتا۔ خدا اسے اپنے فضل سے ہی کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسباب اس قدر نہیں ہوتے جس قدر وہ نتائج عطا فرماتا ہے۔ پس کوشش کے نتیجہ میں اتفاق پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ فضل کے طور پر اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے۔ جب اس مشکل سے یہ بات حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کی بے قدری کتنی بڑی غلطی ہے۔ جب یہ انسانی کوششوں سے ملتی ہی نہیں۔ بلکہ محض خدا کے فضل سے ہی ہے تو چاہیئے کہ اس کے ملنے پر لوگ اس کی قدر کریں۔ مگر نہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسا کہ غالب نے کہا ہے ؎

اور بازار سے لے آئیں گے گر ٹوٹ گیا
جامِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے

کہتا ہے کہ میرا مٹی کا پیالہ ٹوٹ گیا تو اور بازار سے لے آؤں گا۔ کیونکہ اس کا ملنا مشکل نہیں۔ اس لیے یہ جامِ جم سے بہتر ہے۔ کیونکہ اگر وہ ٹوٹ جاتے تو اس کا ملنا ناممکن ہے۔ بات یہ ہے کہ جو چیز سستی یا آسانی سے مل جاتے۔ اس کی قدر نہیں کی جاتی۔ افسوس کہ اتفاق کو ایسا ہی سمجھ کر قدر نہیں کی جاتی۔ حالانکہ جب یہ توڑ دیا جاتے پھر اس کا جُڑنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک بہت لمبے عرصہ کے بعد اس کے لیے خاص سامان مہیا کرتا ہے۔ تب جا کر اتفاق پیدا ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ جب اس نے کسی جماعت کو نااتفاقی سے بچانا ہوتا ہے تو اس میں فساد کرنے والے حصہ کو نکال دیتا ہے۔ جیسا کہ ہماری جماعت میں جب ایک ایسا عنصر پیدا ہو گیا۔ جو اتفاق و اتحاد کو توڑنے والا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جماعت سے نکال دیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ ہم میں پھر نااتفاقی نہ پیدا ہو۔ مگر باوجود خدا کے اس فضل کے بعض لوگ اس کی قدر نہیں کرتے اور ایسے طریق پر چلتے ہیں جس سے فساد ہو۔

اس زمانہ میں ...... سوائے احمدیوں کے اور کوئی جماعت نہیں جس میں مذہب کی خاطر اتفاق ہو

اور لوگ جن میں اتفاق ہے۔ وہ دُنیا کے لیے ہے مگر دین کے لیے صرف احمدیوں میں ہی ہے اور احمدی ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کی خاطر شقاق و نفاق کو اپنے سینوں سے نکال دیا ہے۔ پس جب ان میں خدا کے فضل سے اتفاق و اتحاد پیدا ہو گیا ہے تو نہایت ضروری ہے کہ اس کی حفاظت کریں۔

دُنیا میں اس وقت اسلام کی جو حالت ہے وہ کسی عقلمند سے پوشیدہ نہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اسلام کی ترقی اور کامیابی کے وعدے نہ ہوتے۔ تو یہ ڈیڑھ سو سال سے زیادہ کا مہمان نظر نہیں آتا۔ اگرچہ ایسے نادان اور جاہل لوگ بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ سلطان روم جس وقت گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو تمام یورپ کے بادشاہ نوکروں کی طرح اس کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے ہیں مگر ان کو کیا معلوم ہے کہ سلطان روم یورپ کے بادشاہوں کے لیے اس پائیدان کی طرح ہے جس سے کمرہ میں داخل ہوتے وقت پاؤں پونچھے جاتے ہیں۔ پھر بعض کہا کرتے ہیں کہ شاہ کابل کے پاس اتنی فوج ہے کہ جس کا مقابلہ دُنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔ اور انگریز ڈر کر اس کو روپیہ دیتے ہیں۔ حالانکہ نہیں جانتے کہ کابل ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جس کو انگریزوں نے ہی قائم رکھا ہوا ہے۔ اگر ایسے لوگ اسلام کی موجودہ حالت کو قابلِ اطمینان بتائیں تو بیشک بتائیں۔ مگر جن کو پتہ ہے وہ نہیں کہہ سکتے وہ تو دیکھتے ہیں کہ اسلام آج کا نہیں تو کل کا مہمان ہے۔ ایسی حالت میں جو اسلام کی ترقی کے سامان ہیں اگر ہم ان کو ضائع کر دیں تو کتنے بڑے افسوس کی بات ہوگی۔

مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ ہمارے ہاں انجمنیں قائم کرتے ہیں اصلاح کے لیے اور کام کرنے کیلئے۔ لیکن ان میں فساد اور جھگڑے کھڑے کر دیتے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بات ہے مسلمانوں کو قرآن میں حکم ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کہ اللہ کی حبل کو مضبوط پکڑ لو اور پراگندہ نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ اسلام کے لیے جو حبل اللہ تجویز کیے ہیں۔ ان میں سے انبیاء اور ان کے خلفاء بھی ہیں کہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ لیکن کئی لوگ عصیان اور سرکشی کرتے ہیں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اطاعت کا نام تو لیتے ہیں۔ لیکن اطاعت نہیں کرتے۔ معمولی معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑے کھڑے کر دیتے ہیں۔

کیا جب جہاز ڈوب رہا ہو تو جہاز کے آدمی آپس میں لڑیں گے۔ ہرگز نہیں۔ اس وقت تو خواہ کوئی کسی دوسرے کا روپوں سے بھرا ہوا بٹوا بھی اُٹھالے تو بھی وہ نہیں لڑے گا۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اگر یہ بٹوا لیتا ہے تو لے لے۔ ابھی چند منٹ میں تو زندگی ختم ہونیوالی ہے۔ پھر لڑائی کیسی۔ مگر یہاں ایک جہاز نہیں لاکھوں جہاز ڈوب رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دین کا جہاز ڈوب

رہا ہے اور لوگ پروا نہیں کرتے۔ لڑائیوں اور جھگڑوں میں لگے ہوتے ہیں۔ شاید یہ خیال کرتے ہوں کہ ہم اپنی جان بچالیں گے۔ مگر یہی حالت قائم رہی۔ اور اتفاق و اتحاد نہ رہا تو پھر کوئی ترقی نہیں جو وہ کر سکیں۔ اور کوئی طاقت نہیں جو ان میں اتفاق پیدا کر سکے مگر جب اللہ چاہے۔

پس چاہیئے کہ تمام لوگ اپنے کاموں کو سوچ سمجھ کر کیا کریں۔ اور کوئی بات ایسی نہ کیا کریں جس سے اتفاق و اتحاد کو نقصان پہنچتا ہو۔

معمولی معمولی باتوں پر جھگڑنا نہایت خطرناک ہوتا ہے۔ مگر جب دیکھو ایسی ہی باتوں پر جھگڑے ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ وقت ایسی بیہودہ باتوں پر لڑائی کر کے ضائع کرنے کا نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت اسلام کی موت و حیات کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس قسم کی بے ادبیوں اور سرکشیوں سے جو ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں ظاہر کی جاتی ہیں پارٹیاں بن جاتی ہیں اور وہ نعمت جس کو اتفاق و اتحاد کہا جاتا ہے اور جو محض خُدا کے فضل سے ہی ملتی ہے بے وجہ ضائع ہو جاتی ہے اور مجموعی قوت جو جماعت میں ہوتی ہے۔ ان پارٹی بازیوں اور تفرقہ پردازیوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔

پس مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑنا۔ اور ذرا ذرا سی باتوں پر بحث و تکرار اور بے ادبی و سرکشی اور نفس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے اور وہ وقت جو اس قسم کے جھگڑوں میں ضائع کیا جاتا ہے۔ اگر قرآن کریم کی کسی آیت پر غور کرنے میں صرف کیا جاتے تو ممکن ہے کہ کوئی نکتہ ہاتھ آجاتے۔" (الفضل ۲ر اپریل ۱۹۱۸ء)